ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

استاد شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

نذر صابری کی نعت میں معراجیہ عناصر اور ان کا معراج نامہ

Dr. Arshad Mehmood Nashad

Associate Professor, Department of Urdu, A.I.O.U, Islamabad.

The Elements Of Mairaj In Nazr Sabri S Poetry And His Mairaj Naama

The Mairaj is a unique and awe-inspiring incident in human history. The heavenly journey of the Prophet (PBUH) is not only an expression of his personal glory but also a sign of human greatness. There is a mention of it in two chapters of Quran also references of it in Hadith. Muslims believe that it was a physical journey but difference of opinion does exist between Sahaba and scholars pertaining to this event. Some are of the opinion that it was a dream experience other describe it as a flight of imagination but Quran is the authentic source of its facticity. Arabic poets have made it a topic of their Na'at poetry and a new genre of Mairaj Naama came to existence. The tradition of this genre also exists in Urdu. Nazr Sabri was a great Na'at poet of recent past. He has narrated it passionately in his Na'at poetry. He also composed a Mairaj Naama in his student days which is an addition to this genre with respect to its form and style. In this article, an analysis of the Mairaj Naama with a special emphasis on poet's emotional association is presented.

Key words: *Inspiring, Incident, Journey, Hadith, Imagination, Authentic, Tradition, Mairaj.*

[ا]

واقعۂ معراج تاریخِ انسانی کا سب سے محیر العقول اور نادر واقعہ ہے۔ یہ صحیح معنوں میں سفر الاسفار ہے۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفرِ علوی صرف عظمتِ محمدیہ کا اظہار یہ نہیں بلکہ رفعتِ بشر کا اشاریہ بھی ہے۔ قرآنِ حکیم میں سفرِ معراج کو ''اسراء'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ''اسراء'' کے معنی ''رات کو چلانے یا لے جانے'' کے ہیں۔ چوں کہ یہ مبارک سفر رات کے وقت طے ہوا، اس لیے اسے اسراء کہا گیا۔ قرآنِ حکیم کی دو سورتوں: بنی اسرائیل اور النجم میں اس سفرِ مبارک کا واضح طور پر ذکر ہوا ہے۔ احادیث شریف میں یہ سفر معراج کے نام سے معنون ہے، جس کے معنی عروج اور بلندی کے ہیں۔

واقعۂ معراج کے وقت، تاریخ اور تعدادِ وقوع پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض محدثین اور اربابِ سیّر تعددِ معراج کے قائل ہیں۔ بعض کے نزدیک معراج دوبار ہوئی۔ تاہم جمہور کی رائے میں معراج ایک بار ہی وقوع پذیر ہوئی۔ مولانا شبلی نعمانی کا اس بارے میں یہ خیال ہے کہ چوں کہ جزئیاتِ معراج کی روایتوں میں اختلاف موجود ہے، اس لیے متعدد بار معراج کا وقوع تسلیم کیا گیا ہے تاہم صحیح اور مستند روایات کے مطابق اور سوادِ اعظم کے نزدیک معراج کا واقعہ محض ایک بار ہی وقوع ہوا۔[۱]

واقعۂ معراج کب پیش آیا؟ اس بارے میں بھی کوئی حتمی رائے سامنے نہیں آتی۔ مختلف محدثین اور مؤرخین نے دلائل اور شواہد سے معراج کے وقوع کی جو تاریخیں ذکر کی ہیں، ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم ثقہ اور معتبر روایات کی روشنی میں اس مبارک واقعے کا وقوع ہجرتِ مدینہ سے سال یا ڈیڑھ سال قبل ہوا۔ معراج کی دیگر تفصیلات اور جزئیات کے باب میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بعض کے خیال کے مطابق معراج عالمِ رویا یا عالمِ خیال میں وقوع پذیر ہوئی۔ بعض اسے روحانی سیر کا نام دیتے ہیں اور اکثریت کا معراجِ جسمانی پر اتفاق ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر معراج کا وقوع عالمِ رویا یا عالمِ خیال میں ہوتا تو اس کی روایات میں اس قدر اختلاف کیوں ہوتا اور مشرکینِ مکہ اسے کس لیے جھٹلاتے؟ عالمِ رویا یا عالمِ خیال میں ہر طرح کے واقعات پیش آسکتے ہیں اور ان کی حیثیت چوں کہ محض خواب یا خیال کی سی ہے، اس لیے ان کے بیان میں کُچھ حیرت نہیں ہو سکتی۔ واقعۂ معراج کی حیرت آفرینی دراصل بدنِ انسانی کے ساتھ عالمِ بالا کا سفر ہے۔ دیدارِ الٰہی کے حوالے سے بھی دو بڑے مسلک سامنے آتے ہیں۔ خود صحابۂ کرام میں رویتِ الٰہی پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ چشمِ سر سے رویتِ الٰہی کو محال قرار دیتا ہے اور سفرِ معراج میں حضور علیہ السلام کے چشمِ ظاہر سے دیدارِ الٰہی کا صریح انکار کرتا ہے۔ اس گروہ کی سالار حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ دوسرے گروہ کے مقتدا حضرت ابنِ عباسؓ ہیں جو معراج میں حضور علیہ السلام کے دیدارِ الٰہی کے قائل ہیں۔ جمہور علما اور محدثین و اربابِ سیّر کا اس پر اتفاق ہے کہ معراج کے موقع پر حضور علیہ السلام دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے تاہم یہ دید چشمِ سر سے نہیں چشمِ دل سے ہے۔

جزئیات اور تفصیلات میں اختلاف و انتشار کے باوجود واقعۂ معراج کی صداقت شک و شُبے سے بالاتر ہے اور کتبِ سیر و تواریخ اور ادبیاتِ مسلمانانِ عالم میں اس واقعے کے جمال آفریں تذکار موجود ہیں۔ عربی، فارسی، اُردو اور مسلمانوں کی دوسری زبانوں کے شعری اور نعتیہ سرمائے میں اس سفرِ نادرہ کو ایک مستقل بالذات موضوع کی حیثیت حاصل ہے۔ شعرائے کرام نے جذب و شوق کی وارفتگی کے ساتھ اس واقعے اور اس کی تفصیلات کو لباسِ شعر میں ڈھالا ہے۔ فارسی، اُردو، پنجابی اور کئی دوسری زبانوں میں اس واقعے کو پیش کرنے کے لیے ایک مخصوص شعری صنف "معراج نامہ" کے نام سے وجود میں آئی۔ کئی زبانوں میں معراج نامہ کی مستحکم اور توانا روایتیں موجود ہیں جو شعرائے کرام کی حضور علیہ السلام کی سیرِ آسمانی سے قلبی وابستگی اور دل چسپی کی گواہی دیتی ہیں۔

[۲]

حضرت نذر صابری کا شمار ماضی قریب کے اُن صاحبانِ علم وادب میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی زندگی علم وادب کی اشاعت اور فروغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں کثیر الجہت اور نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ تحقیق، تدوین، مخطوطہ شناسی اور شاعری کے میدانوں میں ان کا رہوارِ قلم تسلسل کے ساتھ خرام آمادہ رہا۔ ان کا مزاج فقیرانہ، طبع درویشانہ اور انداز قلندرانہ تھا۔ انھوں نے ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز رہ کر وہ خدمات انجام دیں جن کی مثالیں کم کم نظر آتی ہیں۔ حضرت نذر صابری یکم نومبر ۱۹۲۳ء کو ملتان میں پیدا ہوئے، جہاں اُن کے والدِ گرامی بہ سلسلہ روزگار مقیم تھے۔ جالندھر، اُن کے اجداد کا مرزبوم تھا۔ نذر صابری کا اصل نام غلام محمد تھا۔ چھوٹے بھائی نذر احمد کی جوانا مرگی نے ان پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے اور اس بھائی کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے کے لیے انھوں نے اپنا قلمی نام "نذر صابری" کر لیا۔ نذر صابری نے ابتدائی تعلیم پنجر نگہ اور بھوگ پور سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان ۱۹۴۱ء میں گورنمنٹ ہائی سکول، جالندھر سے پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ڈی اے وی کالج، جالندھر سے انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج، جالندھر سے بی اے کر کے ۱۹۴۷ء میں جامعۂ پنجاب سے ڈی ایل ایس کا امتحان پاس کیا۔ تقسیمِ ہند کے موقعے پر وہ پاکستان آ گئے اور لاہور میں پنجاب پبلک لائبریری سے بہ طور اسسٹنٹ کیٹلاگر وابستہ ہو گئے۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں معروف ناول نگار مرزا محمد سعید کے برادرِ خورد مرزا محمد رشید جو ان دنوں گورنمنٹ کالج کیمبل پور [حال: اٹک] کے پرنسپل تھے، کے اصرار پر کالج سے بہ طور کتاب دار وابستہ ہوئے اور پھر پوری مدتِ ملازمت اسی کالج میں گزار کر ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو سبک دوش ہوئے۔

نذر صابری نے جنوری ۱۹۴۸ء کو کیمبل پور [حال: اٹک] کی سرزمین پر قدم رکھا تو علم وادب اور شعر وسخن کی محفلوں میں جیسے زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ انھوں نے اس زرخیز اور شاداب علاقے کے گم شدہ علمی آثار کی تلاش وجستجو اور تازہ واردانِ ادب کی تراش خراش کو بہ رضا ورغبت اپنا وظیفۂ حیات ٹھہرا لیا۔ انھوں نے اٹک میں دو علمی وادبی تنظیموں: محفلِ شعر وادب اور مجلسِ نوادراتِ علمیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ان تنظیموں نے ساٹھ سال سے زائد عرصہ حکومتی سرپرستی کے بغیر اور مالی حالات کی ناہمواری کے باوجود علم وادب کی حقیقی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان تنظیموں کے رگ وپے میں نذر صابری اور ان کے ایثار پیشہ رفقائے کار کا اخلاص خون بن کر دوڑتا رہا۔ دونوں تنظیموں میں اگرچہ ایک ہی روح موج زن تھی مگر اپنے طریق، انداز اور منشور کے حوالے سے دونوں کا دائرۂ کار الگ الگ رہا۔ مجلسِ نوادرات کا دروازہ ماضی کی طرف کھلا۔ اس کا ہدف گم شدہ علمی آثار کی تلاش وجستجو اور انھیں علمی دُنیا سے متعارف کرانا تھا۔ مجلس سے اپنے ہدف کے لیے جو کوششیں کیں، وہ لائقِ تحسین اور قابلِ داد ہیں۔ مجلس نے اٹک میں مخطوطات کی دو شان دار نمائشوں کا اہتمام کیا۔ ان نمائشوں میں ضلع بھر سے نادر الوجود مخطوطات جمع کیے گئے۔ اہلِ علم وفضل نے ان نمائشوں کے انعقاد کو مجلس کا عظیم الشان کارنامہ قرار دیا اور حوصلہ افزائی کی۔ مجلس کی کوششوں سے ولی دکنی کے معاصر اُردو اور فارسی شاعر شاکر اٹکی کا دیوان منظرِ عام پر جلوہ گر ہوا۔ علمائے ادب جیسے ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر سلیم اختر، خورشید احمد خان یوسفی اور ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے مجلس کی اس کارگزاری کو بہ نگاہِ استحسان دیکھا اور اپنی گراں قیمت کتابوں میں اٹک کے اس اولین فارسی اور اُردو شاعر کا ذکر

شامل کر کے مجلس کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ مجلس کے پلیٹ فارم سے ہی نوادراتِ علمیہ (مخطوطات کی فہرست)، قصۂ مشائخ، غایۃ الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان، ظواہر، المراۃ فی شرح اسماء المشکوٰۃ، انتخابِ دیوانِ ظفر احسن، منہج الرشاد لنفع العباد اور دوسرے قیمتی متون لباسِ اشاعت پہن کر سامنے آئے۔ مجلس کی سعی و کاوش سے کشان عہد کا ایک کتبہ جو راجا کنشکا کی پیدائش سے متعلق ہے، پہلی بار علمی دُنیا کے سامنے آیا۔ دوسری تنظیم محفلِ شعر و ادب نئے لکھنے والوں کی تعلیم و تہذیب کی طرف متوجہ رہی۔ اس بزم کا علمی و ادبی سفر ساٹھ سال سے متجاوز ہے۔ اس طویل عرصے میں محفلِ شعر و ادب کے زیرِ اہتمام سیکڑوں مجالس برپا ہوئیں۔ یہ مجالس رنگا رنگی اور تنوع کے ذائقے سے سرشار ہیں۔ نذر صابری کی ذہنی کشادگی اور وسعتِ نظری کے تمام تر رنگ محفل کی ان مجالس میں جگمگ جگمگ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ محفل دین اور ادب کے خوب صورت امتزاج سے آراستہ نظر آتی ہے۔ اسلامی پروگراموں میں ادب کی سرشاری اور ادبی پروگراموں میں دین کی روشنی گھلی ہوئی ہے۔ محفل کا اختصاصی میدان نعت کی مجالس کا انعقاد ہے۔ مجلس کے زیرِ اہتمام نعت کے طرحی اور غیر طرحی مشاعرے ہی منعقد نہیں ہوئے بلکہ نعت کے موضوعات، فکر اور فن کے حوالوں سے بھی کئی اجلاس، مذاکرے اور محفلیں منعقد ہوئیں۔ فروغِ نعت میں محفل کی کارگزاری اپنی مثال آپ ہے۔ مشاعروں، مذاکروں، تنقیدی اجلاسوں اور نعتیہ محفلوں کے ساتھ ساتھ محفلِ شعر و ادب نے کتابوں کی تعارفی تقریبات، مشاہیر علما و ادبا و صوفیہ کے حوالے سے خصوصی نشستوں اور تعزیتی جلسوں کا بھی اہتمام کیا۔ محفل کے یہ مختلف النوع اجلاس رسمی اور عمومی نہیں بلکہ علمی اور ادب رنگوں کے حامل ہیں۔ بانیِ محفل کی رہنمائی اور فیضانِ نظر ان محفلوں میں وجد و کیف کی ایسی دلآویزی شامل کرتا رہا جو دامنِ فکر و نظر کو بصیرت کے نئے مفاہیم سے آشنا کرتی رہی۔ نذر صابری نے محفلِ شعر و ادب کے تمام اجلاسوں کی رودادیں جس اہتمام کے ساتھ قلم بند کی ہیں، وہ انھی کا حصہ ہیں۔ یہ رودادیں کئی دفاتر پر مشتمل ہیں۔ محفل کا یہ سارا ریکارڈ علم و عرفان کا ایک ایسا گنجینہ ہے جو معیار و مقدار اور نوعیت و انداز کے اعتبار سے انفرادیت کا حامل ہے۔ محفل کے زیرِ اہتمام کئی کتابیں بھی شائع ہوئیں، جنھیں بازارِ ادب میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

[۳]

نذر صابری کی ہمہ رنگ شخصیت کا سب سے تابناک اور روشن پہلو ان کی نعت گوئی اور نعت شناسی ہے۔ نعت گوئی کا یہ مبارک سفر انھوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں آغاز کیا اور وہ اپنی وفات [۱۱ر دسمبر ۲۰۱۳ء] تک اس جادۂ نور پر رواں دواں رہے۔ نعت کی تخلیق سے زیادہ وہ نعت کے فروغ میں سرگرمِ عمل رہے۔ محفلِ شعر و ادب کا ساٹھ سالہ ریکارڈ نعت اور فروغِ نعت کے ساتھ اُن کی غیر معمولی وابستگی اور دل بستگی کا مظہر ہے۔ نام و نمود سے گریز پائی اور شہرت و قبولِ عام سے اجتناب کے باعث وہ اپنے نعتیہ کلام کی اشاعت سے بے نیاز رہے۔ ان کی چند ایک نعتیں ادبی رسائل اور انتخابات کی زینت بنیں اور دوستوں کے پیہم اصرار سے ان کی منتخب نعتوں کا ایک مجموعہ ۱۹۹۳ء میں "واماندگیِ شوق" کے نام سے منظرِ عام پر جلوہ گر ہوا۔ ان کا یہ مختصر نعتیہ مجموعہ رسولِ کائنات ﷺ کے ساتھ اُن کی والہانہ شیفتگی اور محبت کا مظہر ہے۔ واماندگی

شوق اپنے موضوعات کی ندرت اور جذب و شوق کی خوش رنگ تصویروں کا نہایت عمدہ مرقع ہے۔ اس کے مصرع مصرع میں عشق و محبت اور مؤدت و عقیدت کے وہ رنگ گھلے ہوئے ہیں جن کی تازگی اور تازہ کاری ہوش و گوش کو اپنا اسیر کر لیتی ہے۔ نذر صابری نے حضور علیہ السلام کے اوصافِ گرامی کی جاذبیت، آپ کے سراپا کی دل کشی اور سیرتِ مطہرہ کی دلآویزی کو نہایت ہُنر وری اور چابک دستی سے خوش رنگ لفظوں کے قالب میں اُتار کر نعت کے افق کو وسعت اور ثروت کی دولت بخشی۔ واماندگیِ شوق کی حیثیت ایک صحیفۂ انیقہ اور خزینۂ جواہر کی سی ہے۔ جدید اُردو نعت میں یہ مجموعہ اپنے امتیازات کے باعث ایک گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ رنگ و نور میں ڈھلے اور عشق و محبت میں رچے چند اشعار بہ طور مشتِ نمونہ از خروارے پیشِ خدمت ہیں:

ہر کمالِ حسن وخوبی ختم شد بر رویِ او
نیست در بازارِ امکاں ہم ترازویِ کسی

نہ خاکیوں کو خبر ہے نہ قدسیوں کو پتا
کمندِ وہم سے بالا مقام کس کا ہے؟

جس کے لیے زوال نہیں ، کہنگی نہیں
وہ صبحِ دل کشا ، وہ سویرا تمھی تو ہو

کہاں جمود و تعطل ہے اُن کی راہوں میں
کہ نقشِ پا بھی وہاں جو ملا ، روانہ ملا

ہر ادا میں اُس کی صدیقؓ و علیؓ ڈھلتے گئے
جو بھی پاس آیا وہ پیغمبر نشاں بنتا گیا

ازل سے تا بہ ابد تیری جلوہ پاشی سے
ظہورِ کُن کی یہ بہتی ہوئی ندی روشن

جو ان کے عشق میں آئینہ فام ہو جائے
نصیب اُس کو حضورِ دوام ہو جائے

جس کو رد کر دیں وہی چیز مردّد ٹھہرے
جس کو رعنائی وہ کہہ دیں وہی رعنائی ہو

حضرت نذر صابری کی نعتوں میں حضور علیہ السلام کی سیرتِ مطہرہ کے کئی واقعات دل کش پیرایۂ بیان میں ڈھلے دکھائی دیتے ہیں لیکن معراج کا واقعہ جس وارفتگی اور جاذبیت کے ساتھ اُن کی نعتوں میں بار بار نمود کرتا ہے، ویسے کوئی اور واقعۂ سیرت نہیں ملتا۔ معراج کی تحیر آفرینی ان کے جذب وشوق کو مہمیز کرتی اور ان کے رہوارِ تخیل کو نئے اور نادیدہ منظروں سے آشنا کرتی ہے۔ حضرت نذر صابری معراج کے حوالے سے صوفیہ کے مسلک پر کاربند ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک مضمون ''معراج ایک صوفی کی نظر میں'' [۲] میں یہ ثابت کیا کہ واقعۂ معراج کے حوالے سے صحابۂ کرام، محدثین اور اربابِ سیّر میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن صوفیہ کا گروہ ایسا ہے جو معراج کے واقعات میں اتفاق رکھتا ہے۔ ان کے خیال میں صوفی چوں کہ امورِ تشریعی کے بجائے امورِ تکوین کو پیشِ نظر رکھتا ہے، اس لیے وہ واقعاتِ عالم میں اللہ کے مخفی ہاتھ کو سرگرمِ کار دیکھتا ہے اور کشف کے ذریعے اصل واقعے اور اس کے صحیح محرک کو معلوم کر لیتا ہے۔ نذر صابری نے اپنے اُردو اور فارسی کلام میں واقعۂ معراج کی مختلف جھلکیوں کو اسی صوفیانہ تعلیم کے مطابق پیش کیا ہے۔ وہ صوفیہ کے مسلک کے مطابق معراج کو عالمِ بیداری میں جسمانی سیر خیال کرتے ہیں اور اس کی مختلف منزلوں اقصیٰ، سماوات، سدرہ، دنیٰ، درج اور قوسین وغیرہ میں حضور علیہ السلام کے پڑاؤ اور مختلف انبیا علیہم السلام سے آپ کی ملاقات کو حق سمجھتے ہیں۔ حضرت نذر صابری کے کلام اُردو وفارسی میں واقعۂ معراج کن کن رنگوں سے جلوہ گر ہوا، آئینۂ اشعارِ ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

سُست شد بالِ فرشتہ، پست قوسین و دنیٰ
تنگ شد میدانِ عالم از تگاپوی کسی

بعد از رسیدنش بہ نہایاتِ قرب و شوق
رجعت بہ سوی خلق، کمالِ محمد است

افلاک جس پہ دیدۂ حیراں ہیں اب تلک
اسریٰ کے اُس مسافرِ ذی شاں کی بات کر

کونین جس کے سایۂ نعلیں میں آ گئے
وہ شہ سوارِ عرصۂ اسریٰ تمھی تو ہو

زہے عروج کہ پاؤں تلے شبِ اسریٰ
نگاہِ طائرِ سدرہ کو آشیانہ ملا
فرازِ عرش سے لوٹے تو راستے میں انھیں
غبارِ راہ میں لپٹا ہوا زمانہ ملا

مقامِ سدرہ پہ شرما کے رہ گئے جبریل
ورائے عرشِ معلی خرام کس کا ہے؟

نذر صابری اپنی ایک مستزاد نعت میں واقعۂ معراج کے جمال آفریں اور حیرت آگیں مناظر کو یوں پیش کیا ہے:

منظر جو ترے شوخ اشاروں نے بُنا ہے دیکھا نہ سُنا ہے
اب تک مہ وخورشید پہ بیٹھی ہے تری دھاک اے صاحب لولاک

اقصیٰ سے سماوات سے سدرہ سے دنیٰ سے طوبیٰ کی فضا سے
گزرا ہے بتدریج ترا مرکبِ چالاک اے صاحبِ لولاک

"واماندگیِ شوق" کی بعض نعتیں پوری کی پوری سفر معراج کی خوشبو سے مہکتی ہیں۔ان نعتوں میں معراج کے مختلف مقامات و مدارج اور کیفیات واحساسات کو سرمستی اور عاشقانہ وفور کے ساتھ پیش کیا گیاہے۔ تخیل کے جھروکوں سے اس مبارک سفر کی جلوہ سامانی کو دیکھنے اور دکھانے جا جتن کیا گیاہے۔اس نوع کی دو ایک نعتوں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حرا کا چاند پہنچا ہے فلک پر
عرب کی سرزمیں اونچی ہوئی ہے
لبالب بھر گیا ہے ظرفِ امکاں
تجلی اس قدر پھیلی ہوئی ہے
فلک پر بے جھجک یوں جا رہے ہیں
کہ جیسے ہر جگہ دیکھی ہوئی ہے
عجب رقت ہے حورانِ جناں پر
فضا فردوس کی بھیگی ہوئی ہے
نہیں سدرہ ہی اُن کے لطف سے خم
نگوں ہر شاخِ طوبیٰ بھی ہوئی ہے
شبِ معراج کے احوال پڑھ کر
خرد کو چوکڑی بھولی ہوئی ہے
ہوئے ہیں عرش پر بخشش کے وعدے
سقر کی شعلگی ٹھٹھری ہوئی ہے[۳]

سیر احوال ومقامات ہے معراج کی رات
نقطۂ اوجِ کمالات ہے معراج کی رات
قطرہ دریا ہے ، کلی باغ ، ستارہ خورشید
کس قدر رافعِ درجات ہے معراج کی رات
ہر گھڑی آپ کا رہوار ہے مائل بہ عروج
آپ کے واسطے ہر رات ہے معراج کی رات
کون سی بات ہے اس میں جو تحیر کی نہیں
سر بہ سر خارقِ عادات ہے معراج کی رات
وصل کو ہجر پہ جب تک ہے فضیلت حاصل
بہترینِ ہمہ اوقات ہے معراج کی رات (۴)

[۴]

اُردو میں ’’ معراج نامہ ‘‘ کی روایت کا آغاز فارسی کے تتبع میں ہوا۔ جنوبی ہند میں لکھے گئے معراج نامے اس روایت کے اولین نمونے ہیں۔ اس عہد کے معروف معراج ناموں میں سیّد بلاقی، ہاشمی، معظم، مختاراور شاہ کمال کے معراج نامے شامل ہیں۔ سیّد بلاقی کا معراج نامہ کسی فارسی معراج نامے کا دکنی ترجمہ ہے، بلاقی اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کیا فارسی کو سو دکھنی غزل
کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگل
جو سیّد بلاقی نبی کا غلام
قصّہ یو کہیا ہے لطف سوں تمام (۵)

بلاقی کے معراج نامے کی زبان سادہ اور رواں دواں ہے اور تکلف و تصنع سے بڑی حد تک پاک۔ اس لیے اس پر ترجمہ کے بجائے طبع زاد تصنیف کا گمان گزرتا ہے۔ یہ معراج نامہ بحر متقارب مثمن سالم میں ہے۔ بحر کی خوش آہنگی اور تیز روی بھی قبولِ عام کا ایک سبب قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ اپنے عہد میں بہت مقبول ہوا اور دُنیا بھر کے کتب خانوں جیسے: لندن، حیدر آباد، کراچی اور پیرس میں اس کے خطی نسخے موجود ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی کتاب تاریخ ادبِ اُردو میں اس

قبولِ عام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ معراج نامہ محفلِ میلاد کی معاشرتی اور مذہبی ضرورت کے پیشِ نظر تخلیق ہوا اور ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک یہ محافل میں پڑھا جاتا رہا۔ باقر آگاہ (م: ۱۲۰۱ھ،۱۷۰۸ء) نے ہشت بہشت میں اور شاہ کمال نے اپنے معراج نامے میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔[۶]

اسی دور میں معظم کا معراج نامہ تخلیق ہوا۔ معظم، علی عادل شاہ ثانی کے دور کے معروف صوفی اور شاعر ہیں۔ ان کا معراج نامہ بھی بلاقی کے معراج نامے کی بحر میں ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور کے شاعر مختار کا معراج نامہ جو کئی ہزار اشعار پر مشتمل ہے، دکنی معراج ناموں میں اپنے فکری اور فنی اوصاف کے حوالے سے قابلِ ذکر ہے۔ اس میں مختلف عنوانات باندھے گئے ہیں۔ اس معراج نامے میں واقعات کی صحت کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور شاعر نے سیّد بلاقی یا دوسرے شاعروں کی طرح اپنے معراج نامے کو افسانوں اور فرضی روایات سے پاک رکھا ہے۔

شمالی ہند میں قاسم کا معراج نامہ ''زبدۃ الاخبار'' کا شمار اولین معراج ناموں میں ہوتا ہے۔ یہ معراج نامہ ۱۲۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ دکنی معراج ناموں کے برعکس یہ معراج نامہ بحر رمل مسدس محذوف مقصور میں لکھا گیا ہے۔ یہ بحر بھی اپنی تیز روی کے باعث قصے کی دل چسپی کو برقرار رکھنے میں مددگار ہے۔ قاسم کے علاوہ ضمیر لکھنوی اور امام بخش ناسخ نے بھی معراج نامے لکھے۔ ان تمام معراج ناموں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شعرا نے معراج نامے کے لیے مثنوی کی ہیئت انتخاب کی اور قصے کی دل چسپی کو قائم رکھنے کے لیے اس میں فرضی اور افسانوی واقعات شامل کیے۔ حضرت نذر صابری کا مختصر معراج نامہ، اُردو معراج ناموں کی روایت میں ایک اضافہ ہے۔ اس معراج نامے کا سببِ تخلیق کیا ہے؟ خود صابری صاحب کی زبانی سُنیے:

> ''۱۹۴۱ء کے سرما کی بات ہو گی، درگاہِ امام ناصرؒ (جالندھر) کے وسیع احاطہ میں مدرسۂ حنفیہ کے زیرِ اہتمام شبِ معراج کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ایک عالمِ دین نے معراج کے اسرار ورموز پر بڑی عمدہ تقریر کی۔ دل بہت متأثر ہوا اور یہ عزمِ صمیم کیا کہ جلد ایک معراج نامہ لے کر آؤں گا جو تقریر سے حاصل ہونے والے تأثرات کا ترجمان ہو گا، چناں چہ گرمیوں کی لمبی چھٹیوں میں منظومہ تصنیف کر ڈالا۔''[۷]

معراج نامۂ نذر صابری کا سالِ تصنیف ۱۹۴۲ء ہے، اس وقت وہ انٹرمیڈیٹ کے طالب علم تھے۔ گھر کی مذہبی فضا، والدِ گرامی صوفی علی بخش کی تربیت اور فارسی کے عرفانی شعرا کے مطالعے کے باعث یہ معراج نامہ کسی مبتدی اور نوآموز شاعر کے بجائے کسی پختہ فکر اور کہنہ مشق شاعر کی تخلیق دکھائی دیتا ہے۔ معراج نامے کے فارسی اشعار کی پختگی اور روانی دیدنی ہے۔ اس کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے نذر صابری رقم طراز ہیں:

> ''۱۹۴۲ء میں جو معراج نامہ کا سالِ تصنیف ہے، میں ڈی اے وی کالج، جالندھر کا سیکنڈ ائیر کا طالب علم تھا۔ ریاضی، تاریخ اور فارسی میرے مضامین تھے۔ فارسی اس سے قبل کبھی میری درسیات میں شامل نہ رہی تھی، لہٰذا مجھے اس پر زیادہ توجّہ دینی پڑی۔ شوق دیرینہ تھا گویا رُکا ہوا

سیلاب تھا۔ نصاب کے علاوہ اور ی بہت کُچھ پڑھ ڈالا اور خاص کر نظامی، خسرو اور جامی کے چند معراج نامے جو اُن کی مثنویوں میں تھے، زیرِ مطالعہ رہے۔ ان کے فکر و فن سے بہت متاثر ہوا ، چناں چہ اُردو کی بجائے جو زورِ بیان میرے فارسی اشعار میں ہے، وہ اُدھر سے ہی آیا ہے۔ میں اوریجنل بہت کم ہوں؛ اس پر شرمندہ نہیں ہوں ، یہ عمر ہی زیادہ تر اوریجنل ہونے کی نہیں ہوتی۔ اساتذہ کا خوشہ چیں اور تمتع بردار ہوں، میرے کلام میں ان کی زبان و بیان اور فکر و خیال کی جھلکیوں (Reflections) کا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ جو اساتذہ کے فیض کا منکر ہے وہ اپنا منکر ہے۔"(۸)

۱۹۴۷ء میں انھیں خالی ہاتھ پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔ انھیں اپنی نگارشاتِ نظم و نثر کے جالندھر رہ جانے کا ملال ہمیشہ رہا۔ پاکستان آکر انھوں نے حافظے کی مدد سے اپنے اشعار دوبارہ لکھے، لطف کی بات کہ معراج نامے کے اکثر و بیش تر اشعار لکھنے میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ میں ایک بار پھر بہشت (وطن) کو چھوڑنا پڑا۔ یہ طوفانِ بدتمیزی کُچھ اس تیزی سے آیا کہ سنبھلنا محال ہو گیا۔ بدن پر پہنے ہوئے تین کپڑوں کے سوا گھر سے کُچھ نہ لا سکا۔ ذہن پر سب سے بڑا بوجھ یہی اپنی نگارشات کو ہمراہ نہ لا سکنے کا تھا۔ لاہور میں اپنے تین ماہ کے قیام کے دوران میں سینکڑوں اشعار کو حافظہ کی مدد سے حیطۂ تحریر میں لانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں اسے تائید ایزدی کہوں گا (ورنہ میرے حافظہ کا یہ حال ہے کہ مجھ سے اگر کوئی میرا ایک شعر سُننا چاہے تو کم از کم پانچ منٹ کے بعد ہی سُنا سکوں گا)۔ سینکڑوں اشعار حافظہ سے ہمیشہ کے لیے باہر نکل گئے۔ مشیتِ ایزدی نے جن اشعار کو چاہا، ثابت رکھا اور جن کو چاہا محو کر دیا۔ اگر یہ ردّ و قبول کا عمل تھا تو خوش ہوں کہ "معراج نامہ" قبولیت کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ ایک سو اسی اشعار کا بالترتیب یاد رہ جانا حافظے کی سحر کاری نہیں تائید خداوندی کی کرشمہ سازی ہے۔"(۹)

نذر صابری کا معراج نامہ حضور علیہ السلام کے زمینی سفر کا احاطہ کرتا ہے، اس میں آسمانی سفر اور عالم بالا کی منزلوں کا بیان نہیں۔ وہ اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

" یہ نظم جو دراصل آپ کے زمینی سفر کا تذکرہ ہے، مکہ مکرّمہ سے شروع ہو کر مسجدِ اقصیٰ پر ختم ہو جاتی ہے اور آسمانی سفر جو سدرہ، جنت و دوزخ، لوح و قلم، عرش و کرسی اور لامکاں کو شامل ہے، اس میں مذکور نہیں۔ تاہم قاب قوسین کا ذکر اور عالمِ بالا کی کُچھ تفصیلات اور کیفیات جبریلؑ کی زبانی اظہار پا گئی ہیں۔ "قوسین" کی علما و مشائخ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تفسیر کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ مقام رویت و قرب و وصول کی حقیقتوں کا جامع ہے۔ لامکان جو اس سفر

> کی آخری منزل ہے، تعینات کی دُنیا سے باہر ہے؛ یہاں رنگ وبو کی رخصتی اور بے جہتی کا سماں ہے اور اپنی نزاکتوں اور لطافتوں کے اعتبار سے حرف وصوت کی گرفت میں نہیں آتا۔ بیان ہو تو کیسے ہو؟ اس بے کیفی کو دنیا کے کیف وکم کے پیمانوں سے کیوں کر ناپا جائے؟ رومی، سعدی، خسرو، جامی، غالب اور اقبال میں سے کسی نے اس کی منظر کشی کی ہوتی تو اس کو معراج نامہ کا آخری حصّہ بنا دیتا۔ معراج نامہ کے آخر میں "نغمۂ حور بہ معراجِ حضور" کے عنوان سے جن تین نغموں کا اضافہ کیا گیا ہے، وہ بہت بعد کے ہیں۔ پہلے نغمے کو ابتہاجیہ سمجھیے، دوسرے کو استقبالیہ کا نام دے دیں۔ تیسرا نغمہ ایک حور کی خود کلامی ہے جو شدتِ جذبات میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلک کی منظر گاہوں سے رخصت ہوتے مہمانِ عزیز کی بے طرح زد میں ہے۔ وہ سارے قدسیوں کی نمائندہ ہے۔ یارِ عزیز کی رخصتی کے لمحات کی تاب کون لا سکتا ہے؟ خدا راہِ مدینہ کے گرد و غبار میں اٹی ہوئی اس کی پیاری چڑیا کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"(۱۰)

نذر صابری کا معراج نامہ اپنی بُنت اور تکنیک میں عام معراج ناموں سے کسی قدر مختلف ہے۔ اس میں سارا قصہ کسی ایک بحر میں بیان نہیں ہوا بلکہ قصے کے مختلف اجزا مختلف بحروں میں پیش کیے گئے ہیں۔ ابتدا کے پچپن اشعار بعض دوسرے معراج ناموں کی طرح بحر متقارب مثمن سالم میں ہے۔ یہ سب اشعار اُردو میں ہیں اور ان میں جبرائیل علیہ السلام بہ حکمِ ایزدی براق لے کر حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ آپ محوِ استراحت ہیں۔ جبرائیل انھیں بیدار کر کے اللہ کا پیغام دیتے ہیں اور سفر علوی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ اس حصے کی ابتدا اس حکمِ الٰہی سے ہوتی ہے کہ جبرائیل راہوارِ انور (براق) لے کر جائیں۔ یہاں شاعر نے براق کے اوصاف کو بہ ایں طور ذکر کیا ہے:

سبک پا ، سمن بر ، بدن صبحِ خنداں
مہک مثلِ نافہ تو قامت گلستاں
غبارِ قدم ، کہکشانِ ہلالی
گلے میں ثریا سی عقدِ لآلی
قصابک روش ہو، غزالی نگاہیں
ادائیں وہ شیریں ، حسد لے بلائیں
مزین ، مرصع ، مکلل ، معنبر
بہر طور شایانِ شانِ پیمبر
مزاج اس کا نابردہ رنجِ عناں ہو
کمر پر نہ راکب کا کوئی نشاں ہو

شمائل میں ، رفتار میں ، جسم وجاں میں
برابر نہ ہو اس کا دونوں جہاں میں(۱۱)

جبرائیل علیہ السلام جب براق لے کر مکۂ مکرّمہ پہنچے تو حضور علیہ السلام سو رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام کا آپ کو بیدار کرنے کا انداز شاعر نے یوں نظم کیا ہے:

پروں کو کبھی مورچھل کر رہا تھا
کبھی شہ کے پاؤں تلے دھر رہا تھا
جگایا اس انداز سے شاہِ دیں کو
جگائے صبا جس طرح یاسمیں کو(۱۲)

حضور علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو جبرائیل سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ جبرائیل نے آپ کو اللہ پیغام دیا اور آسمانوں پر ہونے والے انتظامات اور کارِ عالم کو اس جشنِ خاص تک معطل کرنے کا ذکر کیا۔ شاعر نے نہایت چابک دستی اور فنی مہارت کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے اس جواب کو کئی اشعار میں بیان کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

کہا اے خبردارِ رازِ نہانی
کہوں کیا فلک پر ہے کیا شادمانی
بکف چنگ زہرہ ، ثریا خراماں
قمر مشعلِ رہ، ستارے چراغاں
فلک آپ کی خاطر آراستہ ہیں
ملک شوق میں قلب وجاں باختہ ہیں
بجز جشنِ تقریبِ سرکارِ عالم
ہے معزول ہونے کو ہر کارِ عالم
نہ موجیں اٹھیں گی نہ دریا بہیں گے
نہ گردش میں خورشید وانجم رہیں گے
سبھی صورتیں جذبی ، حسی ، خیالی
سبھی جنبشیں فاعلی ، انفعالی
سبھی حرکتیں اضطراری ، ارادی

ادائیں سبھی سہوی، فطری و عادی
جہانِ بشر کی ہیں سو جانے والی
جمود و تعطل میں کھو جانے والی
گراں خوابیِ ہوش چھانے کو ہے اب
کہ روحِ جہاں عرش جانے کو ہے اب (۱۳)

معراج نامے کا اگلا حصّہ حضور علیہ السلام کی تیاری اور شکرانے کے طور پر اللہ جل شانہ' کی حمد کو محیط ہے۔ چھیالیس اشعار پر مشتمل اس حصے کا صرف ایک شعر اُردو میں ہے باقی پینتالیس اشعار فارسی میں ہیں۔ یہ حصہ بحر رمل مسدس مقصور، محذوف میں ہے۔اس حصّے میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بیان کردہ حمدِ خدا ایک طرح سے ان عنایات کا شکرانہ ہے جن سے حضور علیہ السلام کو نوازا گیا ہے؛یوں تحدیثِ نعمت کے طور پر ان اوصاف و کمالات کا ذکر بھی آ گیا ہے، جن سے حضور علیہ السلام متصف تھے؛چند اشعار دیکھیے:

اے ہمہ حسن و کمال از بودِ تو
آفتابی ، ماہ و انجم جودِ تو
از وجودت جملگی را مایۂ
وز صفاتت خلق را پیرایۂ
عکسِ کامل بر سرم انداختی
با نہایاتِ کرم بنواختی
در ازل اعزازِ نورِ اولیں
تا ابد توقیعِ ختم المرسلیں
باعثِ تخلیقِ عالم گفتۂ
دُرِ لولاکی بہ زلفم سفتۂ (۱۴)

معراج نامے کا اگلا حصہ بھی حضور علیہ السلام کی تیاری اور حضرت جبرائیل سے آپؐ کے مکالمے پر مشتمل ہے۔ یہ اُردو اور فارسی کے اشعار بھی بحر رمل مسدس محذوف، مقصور میں ہیں۔اس کے بعد کا حصہ براق پر حضور علیہ السلام کی سواری کے ذکر سے مزین ہے۔ یہ حصہ بحر متقارب دوازدہ رکنی میں ہے۔حضور علیہ السلام کی سواری شام کے نخلستانوں اور وادیِ ایمن وطور سے گزرتی ہے تو مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں۔جس طرح قوالی میں

گرہیں لگا کر قوال وجد و مستی کی کیفیت پیدا کرتا ہے اسی طرح معراج نامے کا یہ حصّہ اسی انداز کا حامل ہے۔ یہ حصہ اپنی ندرت کے باعث معراج نامے کو نیا رنگ و آہنگ عطا کرتا ہے:

وہی وہی ہے ، وہی وہی ہے
وہی وہی ہے، وہی وہی ہے
اِک لمحہ پہلے طور پہ یکسر سکوت تھا
گویا مآلِ نفخِ یکم کا ثبوت تھا
راہِ درازِ صبر و تحمل سے تنگ آ
عاشق تھا کوئی زار وزبوں راہ میں پڑا
جب سے جلا تھا آتشِ حسنِ غیور میں
سکتہ تھا ، خامشی تھی ، تحیر تھا طور میں
پہنچے وہاں جو شاہِ عرب ، سرورِ عجم
ذرّات میں تھیں چار سُو سرگوشیاں بہم
کہتا تھا ایک دوسرے سے جانتا ہے تو
یہ کون ہے بھلا؟ انھیں پہچانتا ہے تُو

رہوار تو پروردۂ فردوسِ بریں ہے
موکب میں رواں حضرتِ جبریلِ امیں ہے
وہ شخص کہ ہیں جس کی سحر رنگ جبیں پر
کُچھ غادیۂ طرۂ مشکین ومعنبر
رحمت کا سراپا ہے تو لولاک کا سہرا
ہے رات اگر زلف تو پھر چاند ہے چہرا
اس شان کا بندہ کوئی دیکھا نہ سُنا ہے
کہتی ہیں ادائیں کہ یہ محبوبِ خدا ہے

وہی وہی ہے وہی وہی وہی ہے
وہی وہی ہے وہی وہی ہے(۱۵)

اس سے اگلا حصہ بحرِ رمل مثمن محذوف، مقصور میں ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ پہنچتے ہیں اور صفِ انبیا ان کے استقبال کو آگے بڑھتی ہے۔ مولانا جامی کے اس شعر پر یہ معراج نامہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے:

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

معراج نامہ کے آخر میں "نغمۂ حور بہ معراجِ حضور ﷺ" کے عنوان سے تین نغمے شامل ہیں۔ یہ نغمے غزل کی ہیئت میں ہیں۔ پہلا نغمہ جسے ابتہاجیہ کہا گیا فارسی میں ہے۔ یہ نغمہ بحرِ رمل مسدس محذوف، مقصور ہے:

نور سوئے نوریاں آید ہمی
افتخارِ انس وجاں آید ہمی

دوسرا نغمہ مستزاد کی ہیئت میں ہے، اس نغمے کو شاعر نے استقبالیہ کا نام دیا ہے:

تاراج کیا جس نے کبھی دامِ کلیمی وہ نورِ قدیمی
مانوس ہوا رنگِ تماشا سے ترے آج اے صاحبِ معراج

تیسرا اور آخری نغمہ ایک حور کے جذب و کیف کا اظہار ہے۔ یہ حور کی خود کلامی ہے۔ مہمانِ عزیز کے تشریف لانے اور رخصت ہونے کی کیفیت میں اس کی خود کلامی جس آہنگ میں ڈھلتی ہے، وہ دل کش بھی ہے اور غم انگیز بھی۔ اس نغمۂ لافانی کے چند شعر ہدیۂ قارئین ہیں:

افلاک کی یخ بستہ و بے رنگ فضا میں
بجتا ہوا جذبوں کا گجر کیسا لگے گا
پڑ جائے اگر مجھ پہ نظر کیسی لگوں گی

گر جائے جو قدموں میں یہ سر کیسا لگے گا
جی میں ہے کہ ساتھ اُن کے چلی جاؤں یہاں سے
ہو اُن کی گلی میں مرا گھر کیسا لگے گا
اوڑھوں کی غبارِ رہِ بطحا کی چُنریا
اس رنگ میں طے ہو جو سفر کیسا لگے گا(۱۶)

نذر صابری کا معراج نامہ اختصار اور اجمال کے باوجود معراج ناموں کی روایت میں ایک نادر اضافہ ہے۔ اس کی سطر سطر میں جذب و کیف کی ایسی منفرد کیفیتیں گندھی ہوئی ہیں جو شاعر کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وابستگی کی غماز ہیں۔ اُردو اور فارسی کی باہم پیوستگی اور مختلف بحور کے تال میل نے اس معراج نامے کو جاذبیت کا مرقع بنا دیا ہے۔ موضوعات کی ندرت، تشبیہات کے تجمل اور لفظیات کی خوش آہنگی نے اسے سحر کاری کا وصف عطا کر دیا ہے، جو پڑھنے سُننے والوں کی توجہ کو اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتا۔

حوالہ جات

۱۔ سیرۃ النبیؐ (جلد سوم)؛ اسلام آباد؛ نیشنل بک فاؤنڈیشن؛ نومبر ۲۰۱۵ء؛ ص ۲۷۳۔

۲۔ ”معراج ایک صوفی کی نظر میں“ مشمولہ: قندیلِ سلیماں؛ گھڑ شریف؛ نظامیہ دارالاشاعت؛ شمارہ ۱۴، اپریل تا جون ۲۰۱۷ء۔

۳۔ واماندگیِ شوق: اٹک؛ محفلِ شعر و ادب؛ ۱۹۹۳ء؛ ص ۵۶، ۵۵۔

۴۔ ایضاً: ص ۱۸۔

۵۔ بہ حوالہ: دکن میں اُردو (نصیر الدین ہاشمی): نئی دلی؛ ترقیِ اُردو بیورو؛ ۱۹۸۵ء؛ ص ۱۳۳،

۶۔ تاریخِ ادبِ اُردو (ج: اوّل)؛ لاہور؛ مجلسِ ترقیِ ادب؛ اوّل، ۱۹۷۵ء؛ ص ۴۹۳۔

۷۔ ”دیباچہ“ مشمولہ: معراج نامہ: اٹک؛ ادارۂ فروغِ تجلیاتِ صابریہ؛ دوم، اگست ۲۰۱۳ء؛ ص ۷۔

۸۔ ایضاً: ص ۹، ۸۔

۹۔ ایضاً: ص ۸، ۷۔

۱۰۔ ایضاً:ص۹۔

۱۱۔ معراج نامہ:ص۱۲،۱۱۔

۱۲۔ ایضاً:ص۱۳۔

۱۳۔ ایضاً:ص۱۵،۱۴،۱۶۔

۱۴۔ ایضاً:ص۲۳،۲۲۔

۱۵۔ ایضاً:۴۰،۳۹،۴۱۔

۱۶۔ ایضاً:ص۴۶،۴۵۔